© rasailojaraid.com



# حصول علم میں حواس خمسہ کا رول: قرآن حکیم کی روشنی میں

سید مسعود احمد

اس موضوع پر اظہار خیال کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند بنیادی سوالات ہمارے ذہن میں رہیں، اولاً علم Knowledge سے ہماری کیا مراد ہے؟ ثانیاً حواس سے مراد کیا وہی حواس خمسہ ہیں جن سے ہم سب واقف ہیں یا قرآن مجید کی روشنی میں حصول علم کے ذرائع کے تعلق سے بعض دوسری چیزیں بھی حواس کے ذیل میں آسکتی ہیں ؟ ثالثاً حصول علم میں قرآن مجید ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے خصوصاً حواس (Perceptions) اور علم (Knowledge) کے درمیان قرآن حکیم کے مطابق کیا بنیادی رشتہ ہے؟۔

سب سے پہلے علم کی انگریزی اصطلاح Knowledge کے بارے میں Oxford Dictionary سے اس کے معنیٰ متعین کریں۔ اس ڈکشنری کے مطابق Knowledge اولاً Awareness ثانیاً Familiarity ثالثاً Person's range of information رابعاً Understanding اور خامساً Sum of what is known کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ اسلامی تاریخ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ علم کی متعین تعریف Definition مشکل ہے کیونکہ الکندی سے امام غزالی تک بلا مبالغہ سیکڑوں تعریفیں کی جاچکی ہیں البتہ لفظ علم کے معانی ہیں جاننا۔ سیکھنا۔ دریافت کرلینا۔ یقین و معرفت حاصل کرلینا وغیرہ۔ قرآن مجید نے علم اشیاء یا علم اسماء (البقرہ:۳۱)۔ علم ہدایت (الفاتحہ:۵؛ الدھر:۳) علم صفات (لقمان:۲۷؛ الکھف:۱۰۹)۔ علم منطق الطیر (النمل:۱۶) علم غیب (فاطر:۳۸) علم شہادہ (الرعد:۹) وغیرہ مختلف علوم کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کے حدود بہت وسیع ہیں اور اس میں احوال وافعال، اوصاف واصناف، زمان ومکان، مادہ وانرجی۔ روح وجسم، صنعت وحرفت اور جملہ مظاہر کائنات کی معرفت شامل ہے نیز علم کتاب، علم لدنی، علم کسبی، علم وہبی وغیرہ اور علوم عقلی، علوم نقلی وغیرہ مزید اقسام کی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کی روشنی میں علم کا بہت ہی وسیع تصور ابھر کر سامنے آتا ہے اور اس کا دائرہ معلومات سے معرفت تک دراز ہوتا نظر آتا ہے۔ درحقیقت علم کا سطحی درجہ معلومات حاصل کرنا اور اعلیٰ درجہ معرفت اشیاء اور بلند ترین درجہ معرفت خداوندی کا حصول ہے۔

حواس یعنی آلاتِ حس وادراک موٹے طور پر پانچ مانے جاتے ہیں یعنی آنکھ، کان، ناک، زبان اور ہاتھ، جن سے دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کا بنیادی کام لیا جاتا ہے۔ ان کو حواس خمسہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور ان حسی قوتوں کو قوت باصرہ، قوت سامعہ، قوت شامہ، قوت ذائقہ اور قوت لامسہ کی اصطلاحوں کے ذریعہ بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم سمع وبصر کے ساتھ افئدہ اور اعین واذن کے ساتھ قلوب کا بھی تذکرہ آلاتِ علم ہی کی حیثیت سے کرتا ہے۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کا آخری اور مکمل ایڈیشن ہے نیز علم الٰہی کا مخزن اور تبیاناً لِکُلِّ شیءٍ (النحل:۸۹) اور ولا رَطْبٍ وَّلا یابِسٍ اِلاّ فِی کِتابٍ مُّبِین (انعام:۵۹) سے عبارت ہے۔ اس کا مقصد انسان کو معرفت اشیاء کے ذریعہ معرفت الٰہی کی منزل تک پہنچانا ہے۔ نیز Work of God یعنی شان الٰہی کے ذریعہ Word of God یعنی کلام الٰہی کی حقانیت تسلیم کرانا ہے۔ مزید برآں آفاق و انفس کی تخلیق پر غور وفکر کے ذریعہ حقیقت تخلیق آفاق وانفس اور مقصد تخلیق نیز مآل وانجام انسانی کی منزل تک پہنچانا ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن حکیم کا مطالبہ ہے کہ کائنات کی کھلی کتاب کے آئینہ میں خالق کائنات کا پرتو دیکھا جائے اور اسی لیے پروردگار عالم نے حضرتِ انسان کو سمع وبصر اور فؤاد کی قوتیں عنایت فرمائیں۔

قرآن کریم کے نزدیک کوئی بھی ایک ذریعہ علم انسانی زندگی کی جملہ ضروریات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کی تکمیل کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ انسان کو حصولِ علم کے متعدد ذرائع کو اختیار کرنا ہوگا۔ وہ ذرائع طبیعی بھی ہیں اور غیر طبیعی یا مابعد الطبیعی (Metaphysical) بھی۔ حِسی بھی ہیں معنوی بھی۔ عقلی بھی ہیں وجدانی بھی۔ تجرباتی بھی ہیں نظریاتی بھی۔ مثلاً قرآن حکیم کے مطابق علم کا ایک بڑا دائرہ حواسِ خمسہ پر مبنی ہے تو دوسرا بڑا دائرہ عَلَّمَ بِالقَلَم سے وابستہ۔ تیسرا دائرہ علوم تجربہ کا ہے تو بعض علوم عقلی ہیں اور کچھ علوم نقلی۔ اسی طرح ایک قسم کا علم پروردگار عالم کی طرف سے براہ راست آتا ہے جسے وہبی علوم سے منسوب کیا جاتا ہے تو دوسری قسم کا علم کسبی علوم کی تعریف میں شامل ہے۔

بذریعہ حواس علم کے حصول کے تعلق سے ایک بنیادی بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ سب سے زیادہ سطحی درجۂ علم ہے اور سب سے زیادہ کمزور بھی۔ انسانی حواس کی کمزوریوں کے بقدر اس ذریعہ علم کی اپنی مجبوریاں (Limitations) ہیں۔ جیسے انسان رات میں ایک کالی رسی کو سانپ سمجھ کر ڈر جاتا ہے۔ قرآنی حوالہ سے اس حقیقت کو سمجھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ سمجھ کر ڈر گئے یا کم از کم اس لیے گھبرائے کہ عوام ان لاٹھیوں اور رسیوں کو اصلی سانپ ہی سمجھیں گے تو عصا کے معجزہ ہونے اور جادوئی فریبِ نظر میں فرق کیونکر ہو سکے گا۔ ان تمام قوائے حسی (Sensary perceptions) میں (Illusion) & Hallucinations یعنی وہم وتخیل کی آلودگی اور Elements of subjectivity کا خطرہ ہر وقت قائم رہتا ہے۔ قوت لامسہ کی کمزوری کو اس مثال سے سمجھئے کہ اگر آپ کا ہاتھ گرم ہے تو اس کے ذریعہ چھونے پر دوسری چیزیں نسبتاً سرد محسوس ہونگی۔ اسی طرح آنکھ سے دیکھنے اور کان سے سننے میں یہ بات بھی اہم ہے کہ دیکھنے اور سننے والا اس چیز (Object) سے کتنی دور اور کس طرف ہے نیز درمیان میں کتنی رکاوٹیں حائل ہیں علاوہ ازیں یہ بھی اہم ہے کہ اُس کی بینائی اور سماعت کیسی ہے۔ قوت ذائقہ کا یہ حال ہے کہ اگر کڑوی کسیلی چیزیں کھالیں تو پھیکا پانی بھی میٹھا محسوس ہوتا ہے۔

جہاں حواس خمسہ کی مندرجہ بالا کمزوریاں اور خامیاں ہیں تو دوسری طرف یہ بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ایک حقیقت ہے کہ ان حواس کے بغیر یہ دنیا انسان کے لیے اندھیری بلکہ عدم محض (non-existent) کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ کائنات کی وسعتوں کا تصور آنکھ کے بغیر ممکن نہیں نیز کائنات کی رونقوں کا تصور آنکھ اور کان کے بغیر۔ کائنات کی نعمتوں کا اور ان کی لذتوں کا تصور قوت ذائقہ اور قوت شامہ کے بغیر ناممکن ہے جب کہ آپسی قرب و محبت قوت لامسہ کے بغیر بے معنی ہے اور کثیف ولطیف اور گرم وسرد کی تمیز ممکن نہیں۔ ان حواس خمسہ کے بغیر یہ دنیا بے رنگ، خاموش اور بے مزہ ہے اور حواس سے عاری شخص کے لیے گویا سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

قرآن کریم نے بھی اِن حسی ذرائع کی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود ان کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں گردانتے ہوئے ان کے صحیح استعمال کا مطالبہ کیا ہے مثلاً یہ کہ (اللہ تعالیٰ نے) تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیے اس لیے کہ تم شکر گزار بنو (النحل:۷۸)۔

اب ہم اِن آلات حواسِ خمسہ یعنی آنکھ، کان، زبان، ناک اور ہاتھ اور قوتِ حواسِ خمسہ باصرہ، سامعہ، ذائقہ، شامہ اور لامسہ سے متعلق قرآنی آیات کا جائزہ (Survey) پیش کریں گے۔

قرآن حکیم میں قوت باصرہ کے استعمال کی طرف سب سے زیادہ توجہ دلائی گئی ہے اور اس کے لیے آلۂ باصرہ یعنی آنکھ (عین، اعین) اور افعال عین یعنی بَصَر، یَبْصُرُ وغیرہ نیز رای، رَاَوْا، رَاَیتَ وغیرہ اور نظَرَ، یَنظُرُ وغیرہ کا کُل ساڑھے پانچ سو آیات میں ذکر ہے۔ اس کے بعد اُذن اور سَمِعَ، یسمعُ یعنی قوت سامعہ کا ذکر ایکسو اڑسٹھ آیات میں آیا ہے۔ قرآن مجید میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۶ میں ارشاد ہے کہ ''ولا تقف مالیس لک بہٖ علم. ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولاً'' یعنی کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ آنکھ کان اور دل ہر ایک کے متعلق باز پرس ہونی ہے''

ذَاق، یَذُوقُ اور قوت ذائقہ کے مشتقات (Derivatives) قرآن حکیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں اکسٹھ بار آئے ہیں۔ البتہ ذائقہ بمعنی زبان کا مزہ (Sense of taste) صرف دو آیتوں میں وارد ہوا ہے یعنی فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ (الاعراف:۲۲) تو جب ان دونوں نے درخت (کے پھل) کا مزہ چکھا" اور "فَلْیَذُوْقُوْہُ حمیم وغسّاق" (ص:۵۶) پس وہ مزہ چکھیں کھولتے ہوئے پانی اور پیپ ولہو کا۔ لسان بمعنی "بولی" کا ذکر تو بہت بار آیا مگر کہیں زبان بحیثیت آلہ ذائقہ نظر سے نہیں گزرا۔ اسی طرح قوتِ لمس اپنے حقیقی معنی میں صرف ایک جگہ وارد ہوئی ہے یعنی فَلَمَسُوہُ بایدیھم (الانعام:۷) "اسے اپنے ہاتھوں سے چھوکر بھی دیکھ لیتے" دوسری جگہ "لایمسُّہٗ اِلَّا المطھرون" (الواقعہ:۷۹) یعنی "جسے مطھرون کے علاوہ کوئی چھو نہیں سکتا کے بارے میں حقیقی اور مجازی دونوں معانی کی گنجائش ہے اور "دخل اندازی" سے بھی "یمسُّہٗ" کی تعبیر وتفسیر کی گئی ہے البتہ مجازی ومعنوی لمس کا استعمال قرآن مجید میں ترسٹھ مرتبہ ہوا ہے۔ قوت شامہ کا بظاہر کہیں ذکر نہیں ہاں البتہ ایک جگہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو "ریح یوسف" (یوسف:۹۴) کو قوت شامہ سے متعلق سمجھا جا سکتا ہے مگر یہاں "ریح" کا ترجمہ خوشبو کرنا خود محلِ نظر ہے۔

اب ہم قرآن کریم میں اِن حواسِ انسانی کے ذکر پر مشتمل آیات الٰہی کا قدرے تفصیلی جائزہ لیں گے۔ اُذن اور اس کے مشتقات سولہ جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ حصول علم کے تناظر میں چار آیات اہم محسوس ہوئیں۔ اولاً وتعیھا اذن واعیۃ (الحاقہ:۱۲) اور یاد رکھنے والے کان اس کی محفوظ رکھیں"۔ ثانیاً کانَّ فی اُذُنیہ وقراً (لقمان:۷) گویا اس کے کان بہرے ہیں۔ پوری آیت یوں ہے اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ اس طرح رخ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا کہ اس کے کان بہرے ہیں۔ اچھا مژدہ سنا دو اسے ایک دردناک عذاب کا۔ ثالثاً ولھم اذانٌ لایسمعون بھا (الاعراف:۱۷۸) وہ کان رکھتے ہیں مگر ان سے سنتے نہیں۔ رابعاً یجعلون اصابعھم فی اذانھم من الصواعق حذر الموت (البقرہ:۱۹) "یہ بجلی کے کڑاکے سن کر اپنی جانوں کے خوف سے کانوں میں انگلیاں ٹھونسے لیتے ہیں لہذا قرآن حکیم کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مطابق آلہ سماعت کا استعمال کان کے پردہ پر آواز کی لہروں کا انجذاب اور دماغ میں ان آوازوں کی ابتدائی سمجھ تک محدود نہیں ہے بلکہ مزید آگے بڑھ کر کان سے سنجیدگی سے سننا اور صحیح نتائج اخذ کرنا بھی شامل ہے۔

بَصَرَ ،یَبْصُرُ اوراس کے مختلف مشتقات (Derivatives) قرآن حکیم میں ۷۶مرتبہ آئے ہیں۔مثلاً فمن ابصر فلنفسہٖ ومن عمی فعلیھا (الانعام:۱۰۴)''اور جو بینائی سے کام لے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا (۲) افلا تبصرون (القصص:۷۲؛زخرف:۵۱)''تو کیا تم کو سوجھتا نہیں''(۳) ابصر بہٖ واسمع (الکھف:۲۶) واسمع بھم وابصر (مریم:۳۸) اور (اس روز) ان کے کان خوب سُن رہے ہوں گے اور آنکھیں خوب دیکھ رہی ہوں گی (۴) مازاغ البصرُ وما طغیٰ (النجم:۱۷) نگاہ نہ چندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی (۵) فارجع البصر ھل تریٰ من فطور ثم ارجع البصر کرّتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیر (الملک:۴)''ذرا نگاہ ڈالو کہ کیا تم (اللہ کی خلقت میں) کوئی فطور پاتے ہو دوبارہ نگاہ دوڑاؤ کہیں تمہیں اس میں کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔تمہاری نگاہ تھک کر پلٹ آئے گی (۶) انّ السمع والبصر والفؤاد کلّ اولٰئک کان عنہ مسؤلاً (بنی اسرائیل:۳۶) یقیناً کان آنکھ اور دل و دماغ کی پوچھ ہوگی (۷) وجعلنا لھم سمعاً وابصاراً (احقاف:۲۶)''اور ہم نے ان کو سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں بخشیں''(۸) فانّھا لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور (الحج:۲۶)''حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں''(۹) فاعتبروا یا اُولی الابصار (الحشر:۲) عبرت حاصل کرو،اے آنکھوں والو (۱۰) واذکر عبادنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار (ص:۴۵)''اور ہمارے بندوں ابراہیم،اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو۔بڑی قوت عمل رکھنے والے اور دیدہ ور لوگ تھے۔بصر یبصر کے تعلق سے یہ چند مثالیں پیش کی گئیں۔آٹھویں مثال سے یہ بالکل واضح ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک چشم بصارت سے بصیرت حاصل کرنا ہی اصل مقصد الٰہی ہے اور دلوں کا اندھا پن ہی اصلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نامرادی ہے۔

قوت بصارت کا براہ راست استعمال دیکھنے میں ہوتا ہے اور عربی میں اس کے لیے رای، رَاَوْا، رَأیتَ، یریٰ، یرَوْا، اَرِنَا اَرُونِی، ترَاء، ترَانِی، یَراکَ وغیرہ مشتقات کا استعمال ہوتا ہے۔ اس مصدر کے مختلف مشتقات قرآن مجید کی تین سو ترسٹھ آیات میں ملتے ہیں۔ مثلاً (۱) فَلمّا رایٰ کَوْکباً (الانعام:۷۶) جب اس نے ستارہ دیکھا (۲) فَلَمّا رَایٰ قَمِیْصَہٗ قُدَّمِنْ دُبُرٍ (یوسف:۲۸) جب اس نے (حضرت یوسف) کے قمیص کا پچھلا دامن پھٹا دیکھا (۳) وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْماً وَمُلْکاً کَبِیْراً (الدہر:۲۰) وہاں جدھر بھی تم نگاہ ڈالو گے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک بڑی سلطنت کا سروسامان تمھیں نظر آئے گا۔ (۴) اَرَأیْتَ الَّذِی یَنْھیٰ عَبدًا اِذَا صَلّٰی (العلق:۹) کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو ایک بندہ کو نماز سے روکتا ہے (۵) وَرَاَیتَ النَّاس یدخلون فِی دین اللّٰہِ اَفْواجاً (النصر:۲) اور تم لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں (۶) اَفَرَاَیْتُمْ ماتحرثُون (الواقعہ:۶۳) کبھی تم نے آنکھ کھول کر دیکھا اس چیز کو جو تم بوتے ہو (۷) فلمّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھا جآنٌّ وَلّٰی مُدْبِرًا وَلَمْ یُعَقِّب (النمل:۱۰) اور جب موسیٰ نے دیکھا کہ لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (۸) فَلَمَّا رَاَتْہُ حَسِبَتْہُ لُجّۃً وَکَشَفَتْ عن ساقیھا ط قال اِنَّہٗ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِیْر (النمل:۴۴) اس نے جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی کا حوض ہے اور اُترنے کے لیے اس نے اپنے پائنچے اٹھا لیے۔ (سلیمان) نے کہا کہ یہ شیشہ کا چکنا فرش ہے (۹) فَلمَّا رَاَوْہُ عَارِضًا مستقبل اودیتھم قالوا ھذا عارض ممطرنا. (احقاف:۲۴) جب انھوں نے اس کو (یعنی عذاب کو) آتے دیکھا تو کہا یہ بادل ہے جو ہمیں سیراب کر دے گا (۱۰) اَوَلَمْ یَرَوا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰفّٰتٍ وَّ یَقْبِضْنَ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلاَّ الرَّحْمٰنُ (الملک:۱۹) کیا انہوں نے پرندوں کی طرف (تدبر کی) نظر نہیں ڈالی کہ یہ کیسے آسمان میں، پروں کو پھیلاتے ہیں اور سکیڑتے ہیں۔ رحمٰن کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو (۱۱) اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یَبْدَأ الْخلق ثُمَّ یُعِیدہٗ ط اِنَّ ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْر (العنکبوت:۱۹) کیا ان لوگوں نے کبھی دیکھا ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نہیں ہے کہ کس طرح اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرتا ہے یقیناً یہ (اعادہ) اللہ تعالیٰ کے لیے آسان تر ہے (۱۲) سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِی اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقّ (حٰمٓ السجدہ: ۵۳) ہم عنقریب ان کو آفاق میں اور خود ان کے اندر اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ حق ان پر واضح ہو جائے گا۔ (۱۳) مَا نَرٰاکَ اِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا (ہود: ۲۷) ہم تو تجھ کو اپنے مثل ایک بشر سمجھتے ہیں (۱۴) اَللّٰهُ الَّذِی رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الرعد: ۲) وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں۔

بصارت کے اعلیٰ درجہ کا فعل نظر ینظر ہے۔ قرآن حکیم میں اس کے متعلقات پر مبنی نوے آیات موجود ہیں۔ مثلاً فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا (الکہف: ۱۹) اور وہ دیکھے (یعنی تحقیق کرے) کہ شہر میں سب سے اچھا (پاکیزہ) کھانا کہاں ملتا ہے (۲) فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ (عبس: ۲۴) تو انسان اپنے کھانے پر غور کرے (۳) اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِی مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وماخلق الله من شیءٍ (اعراف: ۱۸۵) تو کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام پر غور نہیں کیا اور ان چیزوں کو جن کو خدا نے پیدا کیا ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا (۴) فانظر کیف کان عاقبة المنذرین۔ (الصافات: ۷۳) تو یہ غور کرو کہ ڈرائے جانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ (۵) اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (ق: ۶) اچھا تو کیا انہوں نے کبھی اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اسے بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں ہے۔ (۶) قُلْ سِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ (العنکبوت: ۲۰) ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھر اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی ہے، پھر اللہ بار دیگر بھی زندگی بخشے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ آیت خصوصی توجہ کی مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں چل پھر کر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ تخلیق کائنات کی معرفت اور حیات بعد الموت کا یقین پیدا ہو۔ قوت بصارت کے استعمال کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


مندرجہ بالا آیات قرآنی حسِ بصارت سے بحث کرتی تھیں۔ اب اگر ہم یہ دیکھیں کہ آلہ بصارت یعنی آنکھ کے ذکر میں قرآن مجید کی کیا کیا تعلیمات ہیں تو معلوم ہوگا کہ عین بمعنی آنکھ یا نگرانی یا ٹھنڈک وسکون کے تعلق سے اٹھائیس آیات قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا (الاعراف:۱۷۸) ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر یہ اُن سے نہیں دیکھتے (مطلب یہ کہ بصیرت حاصل نہیں کرتے) نیز فرمایا سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاس (الاعراف:۱۱۶) یعنی جادوگروں نے آنکھوں پر جادو کردیا اس کا مطلب صاف ہے کہ آنکھیں حقیقت کے خلاف بھی دیکھ سکتی ہیں۔ مزید برآں ارشاد ربانی ہے وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِىْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلاً وَّيُقَلِّلُكُمْ فِىْ اَعْيُنِهِمْ (انفال:۴۵) اور یاد کرو جب کہ مقابلہ کے وقت خدا نے تم لوگوں کی نگاہوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور ان کی نگاہوں میں تم کو کم کرکے پیش کیا۔ مشیت ایزدی یہ تھی کہ جنگ ہو اور حق وباطل کے تعلق سے سنت اللہ مبرہن ہو جائے۔ قرآن مجید کی رو سے یہ بات بھی اس آیت سے نکلتی ہے کہ قوت بصارت کا کام دیکھنے تک ہی محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ اس فعل کے منطقی اختتام تک پہنچانا بھی اس میں شامل ہے۔ اور یہ بات تو بالکل واضح ہے ہی کہ قوت بصارت سے قرآن میں عام طور پر قوت بصیرت مراد ہوتی ہے متعدد مثالیں خود اسی مضمون میں اس پر دال ہیں۔

قوت بصارت پر اس مختصر بحث کے بعد دوسری بڑی حِس قوت سماعت ہے جس کے مختلف صیغے مثلاً سَمِعَ، يَسْمَعُ، اِسْتَمَعَ، يَسْتَمِعُ اور يَسْمَعْ، تَسْمَعْ وغیرہ ہیں۔ قرآن کریم میں ایک سو باون آیات ایسی ہیں جن میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں ہم نے "السَّمِيع" کو چھوڑ دیا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ چند مثالوں پر غور فرمایئے مثلاً سورہ جن کی پہلی آیت میں ارشاد الٰہی ہے کہ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا۔ مزید برآں فرمان خداوندی ہے "خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا" (البقرہ:۹۳) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے تھام لو اور کان لگا کر سنو۔ مطلب یہ ہے کہ آواز کان کے پردوں سے آگے بڑھ کر دل ودماغ میں اتر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جائے اور یہی قوت سامعہ کا صحیح قرآنی استعمال ہے۔

حواس خمسہ پر قدرے تفصیلی بحث کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں حصول علم کے طبیعی ذرائع (Physical means of Knowledge) میں سے دو اہم آلات پر بھی کچھ معروضات پیش کر دی جائیں اور وہ ہیں "فواد" اور "قلب"۔ فواد اور افئدہ قرآن کریم میں سولہ آیات میں ملتے ہیں۔ مثلاً واللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِن بُطُونِ اُمَّھٰتِکُمْ لاَ تَعْلَمُونَ شیئًا وجَعَلَ لکُمْ السَّمعَ والابْصار وَالاَفْئدۃ لَعَلّکم تشکُرُون (النحل: ۷۸) اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیے اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔ مولانا مودودی کے نزدیک "افئدۃ" سے مراد تعقل و تفکر کی قوت ہے اور انہوں نے اس قوت کو علم کے ایک ذریعہ کی حیثیت سے مانا ہے۔ جہاں تک "قلب" اور "قلوب" کی اصطلاحوں کا تعلق ہے اس کے مشتقات و متعلقات قرآن کی ایک سو انیس آیات میں نظر آتے ہیں۔ یہاں یہ امر قابل توجہ محسوس ہوتا ہے کہ "قلب" کی مندرجہ ذیل چوبیس بلکہ چونتیس صفات و افعال اور اضافتیں راقم حروف نے خود شمار کی ہیں۔ عین ممکن ہے بعض پھر بھی شمار ہونے سے رہ گئی ہوں اور وہ یہ ہیں۔ رانَ ، غُلْفٌ، خَتَمَ، زَاغَ، قَاسیۃٌ، ربط ، طَبَعَ، فُزِّعَ، مَرَضٌ، اَکِنَّۃٌ، لاَھِیَۃٌ، غَلِیْظٌ، اٰثِمٌ، مُطْمَئِنٌّ، یَطْھَرُ، تُؤْمِنُ، غَیْضٌ، حَسْرَۃٌ، تَعَمَّدَتْ، صَغَتْ، تَقْوٰی، اَقْفَالُھَا، مُنِیْبٌ، سَلِیْمٌ، عرض یہ کرنا ہے کہ جتنی صفات و اضافتیں قرآن حکیم میں "قلب" سے جوڑی گئی ہیں اتنی معروف حواس خمسہ میں سے کسی پر وارد نہیں ہوئی ہیں۔ ان اضافتوں کے علاوہ بعض وہ اضافتیں ہیں جن پر میری نظر ٹھہر گئی اور جی چاہا کہ ان کا ذکر علیحدہ سے کروں وہ یہ ہیں مثلاً نَزَّلَہُ عَلٰی قَلْبِکَ ، اَغْفَلْنَا قَلْبَہُ . یَھْدِ قَلْبَہ ، لاَ تَجْعَلْ فِی قُلُوْبِنَا غِلاً لِلّذِین آمنوا ، کَسَبَتْ قُلُوبُکُم، زَیَّنَ فی قُلُوبِکم ، وَجِلَتْ قُلوبُھم ، اِرْتَابَتْ قُلُوْبَھُم ، تَقَطَّعَ قلوبھم، قُلُوبھم مُنْکِرَۃٌ وغیرہ۔ اس بحث کی روشنی میں جو صورت ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ "قلب و فواد" قرآن حکیم کی اہم ترین اصطلاحوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی قوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذرائع علم ہیں البتہ یہ کہ ان کو Sensary organs یعنی حواس کے تحت رکھا جائے یا ان کی اپنی مستقل حیثیت ہے یا انکا اطلاق ذہن ودماغ کی جامع قوتوں بشمول استنباط وغیرہ پر ہوتا ہے، ایک تحقیق طلب مسئلہ ہے اور ایک مستقل بحث کا موضوع ہے۔

اس بحث کے اختتام پر مولانا مودودی کا تفہیم القرآن سے ماخوذ "سمیع وبصیر" پر جامع تبصرہ پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو حصول علم میں حواس کے مقام و اہمیت پر مزید روشنی ڈالتا ہے۔ سورہ دہر کی آیت نمبر۲ کے حاشیہ پر مولانا رقم طراز ہیں۔ "فجعلناه سميعاً بصيرا" یعنی ہم نے انسان کو ایک مرکب نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا، مولانا فرماتے ہیں اصل میں فرمایا گیا ہے "ہم نے اسے سمیع وبصیر بنایا......" ہر عربی داں جانتا ہے کہ حیوان کے لیے سمیع وبصیر کے الفاظ کبھی استعمال نہیں ہوتے، حالانکہ وہ بھی سننے اور دیکھنے والا ہوتا ہے پس سننے اور دیکھنے سے مراد یہاں سماعت اور بینائی کی وہ قوتیں نہیں ہیں جو حیوانات کو بھی دی گئی ہیں، بلکہ اس سے مراد وہ ذرائع ہیں جن سے انسان علم حاصل کرتا اور پھر اس سے نتائج اخذ کرتا ہے۔ علاوہ بریں سماعت اور بصارت انسان کے ذرائع علم میں چونکہ سب سے زیادہ اہم ہیں اس لیے اختصار کے طور پر صرف ان ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ اصل مراد انسان کو وہ تمام حواس عطا کرنا ہے جن کے ذریعہ وہ معلومات حاصل کرتا ہے"۔[۱]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن حکیم کی روشنی میں یہ حقیقت ہم پر واضح ہوتی ہے کہ انسانی حواس کا درجہ حیوانی حواس سے بلند تر ہے کیونکہ وہ ان حواس کے ذریعہ "حقیقت اشیاء" کی بنیادی منزل تک پہنچتا ہے۔ اور "معرفت اشیاء" کا حصول تو وہ کم از کم استنباطی درجہ ہے جو ان حواس سے انسان کو حاصل ہوتا ہے لیکن جو مطالبہ انسان سے قرآن حکیم کا ہے وہ یہ ہے کہ حقیقت اشیاء کے درجہ سے آگے بڑھ کر حقیقت کائنات، معرفت خودی اور معرفت خداوندی کی منازل تک پہنچے۔ قرآن کریم کے مطابق حواس انسانی پر ان دیکھے پردے (غِشاوۃ، ختم اور وَقْر) جستجوئے حقیقت کی ان اگلی منازل کی راہ میں ہی حائل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہوتے ہیں چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ اِنَّھا لاتَعْمَی الْاَبْصار ولٰکِن تعمی القُلوبُ الَّتی فِی الصُّدور (الحج:۴۹) یعنی آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انسان حقیقت سے آنکھیں موند لیتا ہے، چنانچہ جہاں تک حواس انسانی کے ذریعہ علم کے حصول کے قرآنی تصور کا تعلق ہے وہ دماغ پر تصویر ثبت ہونے یعنی Mental perception تک محدود نہیں ہے بلکہ قلب پر حقیقت منکشف ہو جانے کا نام ہے۔ یعنی حواس ادراک (Sensary perception) سے اگلے مرحلہ ادراک عقلی (Mental perception) اور اس سے بھی آگے بڑھ کر استنباط اور اخذِ نتیجہ (inference and reasoning) کے اس درجہ تک پہنچنا ہے جس کو ''معرفت، استنباط اور بصیرت'' کی جامع اصطلاح سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی وہ نکتہ ہے جس کو نہ سمجھنے سے علم کے حصول میں ''حواس خمسہ'' کی قدر و قیمت اور ان کی اہمیت کے بارے میں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔

علم اور حواس خمسہ کی تمثیل اور ان کا آپسی رشتہ اس طرح سمجھئے کہ حواس خمسہ گویا آسمانِ علم کے اولین دروازے ہیں، ان سے متصل مگر آگے قلب وفواد کی سیڑھیاں ہیں جن سے گزر کر ہی علم حقیقی تک پہنچنا ممکن ہے۔ اس علم حقیقی کی تین جہات ہیں۔ معرفت اشیاء، معرفت خودی اور معرفت الٰہی۔ جن میں معرفت اشیاء تفصیلی علم اشیاء اور مقصدِ کائنات کے علم سے عبارت ہے اور معرفت خودی مآل انسانیت اور عرفان نفس کی علمی تعبیر ہے۔ اور یہ دونوں جہاتِ علم کب، کہاں، کیوں، کیا اور کیسے کے مکمل جوابات سے حاصل ہوتے ہیں جبکہ معرفت الٰہی ''کون'' کا مکمل جواب ہے۔

## حواشی ومراجع

1. ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۸ء، ۶/ ۱۸۷ حاشیہ نمبر ۴

© rasailojaraid.com